# سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار

# *Role of Sufis in the formation of social behavior*

**Dr. Saeed Ahmad Saeedi**
*Associate Professor ،Institute of Islamic Studies, University of the Punjab Lahore:*
saeed.is@pu.edu.pk

**Hafiz Ghulam Yasin**
*Research Associate, Al-Idrak Research Center, Lahore:*
ghulamyasin4444@gmail.com

**Abstract:**
*The research paper explores the significant role of Sufism in Islamic spirituality and its influence on social behavior. It draws insights from scriptures and historical narratives to emphasize that divine guidance encompasses both material and spiritual aspects. The study highlights the enduring legacy of Sufism, focusing on how Sufi saints have perpetuated the prophetic mission by embodying spiritual principles and disseminating Islamic teachings. It also emphasizes the contributions of prominent Sufi figures such as Khawaja Moinuddin Chishti and Baba Fariduddin Ganj Shakar in nurturing faith and belief in regions historically entrenched in disbelief and polytheism. Additionally, the paper elucidates the distinctive approach of Sufis in spiritual training and societal reform, emphasizing inward purification, adherence to Sharia, and service to humanity. It underscores Sufi practices of humility, generosity, and compassion as catalysts for social transformation, evidenced by the establishment of mosques, madrassas, and welfare initiatives. Despite facing opposition and criticism, Sufi endeavors have persisted, driven by an unwavering commitment to the prophetic mission. However, contemporary challenges such as materialism and deviation from core objectives pose threats to the efficacy of Sufi guidance. The paper advocates for a renewed focus on spiritual objectives and the restoration of Sufi principles to address contemporary societal needs.*

**Keywords:** *Sufism, Islamic spirituality, social behavior, divine guidance, Sufi saints, welfare initiatives, materialism.*

اللہ رب العزت نے انسان کو اس کائنات میں بھیج کر تنہا اور لاچار نہیں چھوڑا بلکہ مادی و روحانی ضرورتوں کا پورا پورا اہتمام فرمایا۔ انسان کی مادی ضرورت کو تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار دنیاوی نعمتوں سے پورا کیا ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلی ہوئی زمین لاتعداد خزانے اگل رہی ہے جس سے انسان فائدہ اٹھا کر نہ صرف اپنی دنیاوی ضروروتوں کو پورا کر رہا ہے بلکہ یہ سلسلہ تو اب آسائشوں سے استفادہ تک جا پہنچا ہے۔ دنیاوی حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کا سلسلہ جو کہ ایک وقت میں ختم ہونے والا ہے اور عارضی ہے، اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی فرمائی ہے کہ وہ کس طرح سے زمین کے خزانوں کو اپنے لئے کارآمد بنا سکتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ انسان کے دائمی فائدے کے لئے اس کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جاتا۔ اس حقیقت کا ہم اس امر سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کائنات کا پہلا انسان اس کائنات کا مبلغ و مصلح بھی ہے۔ اسی لئے خالق کائنات نے انسان کی آخرت کو بہتر کرنے، اسے ہدایت کے راستے پر گامزن رکھنے، اسے مقصد حقیقی کی یاد دلانے اور اس کی سیرت و اخلاق کو ہر قسم کی قباحتوں سے پاک رکھنے کے لئے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ کتاب و حکمت سے مزین تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1]

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

## دعوت و تبلیغ کے رجال کار

کوئی زمانہ، کوئی بستی ایسی نہیں رہی جس پر پیغامِ ہدایت کے پہنچنے کی حجت تمام نہ کر دی گئی ہو۔ نبوت و رسالت کے حسین سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ اس کائنات کے سب سے عظیم راہنما ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مقصد کو لے کر چلنے والی

---

[1] الجمعہ 2:62

جماعت کے رجال کار قیامت تک آتے رہیں گے۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان کے بعد تابعین، تبع تابعین اور اولیاء کرام یا صوفیہ عظام رحمہم اللہ ہیں۔ صوفیاء کرام دعوت و تبلیغ اور اصلاح امت کا سلسلہ حضور ﷺ کی تعلیمات مبارکہ کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہیں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً [2]

"حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری طرف سے (ہر بات لوگوں تک) پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ "

امت محمدی ﷺ کو بہترین امت قرار دینے کی بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [3]

"تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"

صوفیہ کرام قرآن و حدیث کے ان احکامات کی عملی تصویر ہیں۔ صوفیہ کرام نے دعوت و تبلیغ اسلام اور نشر و اشاعت کے لئے قابلِ قدر اصلاحی اور تربیتی خدمات سر انجام دی ہیں۔ انہوں نے دین اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کو اپنے تعامل و کردار سے ممکن بنایا۔ اپنے زہد و ورع، تقویٰ و پرہیز گاری اور حکمت و تدبر کے ذریعے سے معاشرے کی اصلاح، سماجی رویوں کی تشکیل اور خلق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے نمایاں امور سر انجام دیے۔ بر صغیر پاک و ہند میں بسنے والے اہل ایمان انہی ہستیوں کے ذریعے ایمان و ایقان کی دولت سے فیض یاب ہوئے وگرنہ یہ خطہ تو کفر و شرک اور گمراہی کا مرکز تھا۔ یہاں پر بسنے والے لوگ کفار و مشرکین کے نقش قدم پر چلنے والے تھے اور یہاں دینِ حق کے احکام کا بلاغ کرنے اور اسے لوگوں کے قلوب و اذہان میں راسخ کرنے والے یہی صوفیہ تھے۔ یہ وہ

---

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، بیروت: دار ابن کثیر، رقم الحدیث 1275

[3] آل عمران 110:3

ہستیاں ہیں جنہوں نے لوگوں کو حضور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچایا ہے۔ ان نفوس قدسیہ میں خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید الدین گنج شکر، نظام الدین اولیاء، شاہ رکن عالم، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شاہ ولی اللہ، خواجہ نور محمد مہاروی، شاہ سلیمان تونسوی، خواجہ شمس الدین سیالوی زیادہ نمایاں ہیں۔ یہاں حصول برکت کے لئے چند اسماء گرامی کو ذکر کیا ہے وگرنہ ہماری پوری تاریخ اسلام ان روشن کرداروں سے منور ومزین ہے۔ انبیاء وصدیقین اور شہداء کے بعد انہی کی صحبت کو بہترین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ-وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا[4]

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

## صوفیہ کی صحبت کا حکم

صوفیہ کرام کی صحبت اور ان کی دوستی کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ ان کا کردار اپنے پاس آنے والوں کے لئے **وصول الی اللہ** کا ذریعہ بنتا ہے۔ ان کی صحبت سے فکرِ آخرت پیدا ہوتی ہے، دوسروں کے لئے دل میں رحم اور نرمی اجاگر ہوتی ہے، مخلوقِ خدا کے لئے خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ سادگی اور عجز وانکسار جیسی خوبصورت صفات جنم لیتی ہیں، انسان دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح یہ ہستیاں لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت کو نہیں ٹھہرنے دیتیں کیونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور انسان کو حقیقی مقصد سے دور لے جاتی ہے۔ یہاں یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ صوفیہ کرام کی صحبت کا یہ اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب ان میں اخلاص، للّٰہیت کمال کو پہنچ جائے اور وہ اپنی خواہشات کو رضائے الٰہی میں فنا کر دیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[4] النساء:4:69

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ[5]

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

سورۃ الانعام میں انہی اللہ والوں کی صفات کا یوں ذکر ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [6]

"آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔"

سورۃ لقمان میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ[7]

"جو شخص اپنا رخ اللہ کی رضا کی طرف جھکا دے اور وہ صاحب احسان بھی ہو تو اس نے مضبوط حلقہ کو پختگی سے تھام لیا، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔"

سورۃ الفاطر میں بیان فرمایا:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ [8]

"پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں پسند فرمایا۔ پھر کچھ تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور کچھ ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔"

---

[5] البقرہ 207:2

[6] الانعام 162:6

[7] لقمان 22:31

[8] فاطر 32:35

انہی عظیم ہستیوں کے بارے میں حدیث جبریل میں ذکر ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ ایک روز جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور امت کی تعلیم کے لیے اسلام اور ایمان کے بعد سوال کیا" **ما الاحسان؟**"

جس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الإحسان اَنْ تَعْبدَ اللهَ كَانَّكَ تَرَاهُ، فإنْ لَمْ تَكنْ تَرَاهُ فَإنَّه يَرَاكَ[9]

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو (تجھے یہ کیفیت نصیب نہ ہو سکے اور اسے) نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم یہ یقین ہی پیدا کر لے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ کرام کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"مقربین بارگاہِ الٰہی (یعنی صوفیہ کرام) اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ان کا مقصد نفس کی لذت ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ خدا کی رضا کی جگہ ہے۔ اگر وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ اس میں رنج والم ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ خدا کی ناراضگی کی جگہ ہے، ورنہ ان کے لیے انعام اور رنج والم دونوں برابر ہیں، ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی ہے۔"[10]

## صوفیہ کرام کا اعلیٰ اخلاقی اقدار سے اتّصاف

کسی بھی انسان کا اعلیٰ کردار اس کی سب سے بڑی تبلیغی مہمیز ہوتا ہے۔ صوفیہ کرام، سیرت طیبہ میں مذکور اعلیٰ خوبیوں کے حصول کیلئے اپنی زندگی کو مشکل ترین ریاضت و مزاولت سے گزارتے ہیں جس کے نتیجے میں انہیں اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے انہی ہستیوں کے بارے میں فرمایا ہے:

---

[9] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، رقم الحدیث 50

[10] شیخ احمد سرہندی: **مکتوبات**، کراچی: دار الاشاعت 2006ء، مکتوب: 35، ج 1، ص 191

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاوَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًاوَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا[11]

"اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں "بس سلام" اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے۔"

اولیاء کاملین وصالحین کی اعلیٰ خوبیوں اور صفات کے بارے میں لکھا گیا:

"اس گروہ سے زیادہ نہ کوئی بلند حوصلہ اور عالی ہمت ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا بے نیاز اور کامل ترین جیسا کہ اولیاء کاملین کی جماعت ہوتی ہے۔ حلم و بردباری ، شجاعت و دلیری ، سخاوت و جواں مردی اور ان جیسے دیگر اخلاق حمیدہ میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ کسی نے شیخ عبداللہ سالمی سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے؟ فرمایا: زبان کی لطافت و نرمی ، حسن اخلاق، کشادہ روئی و خندہ پیشانی سے، اعتراض نہ کرنا ، عذر قبول کرنا، خلق خدا سے شفقت و محبت سے پیش آنا وغیرہ جملہ اخلاق حمیدہ ان میں پائے جاتے ہیں ۔ان سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے ان کی صحبت میں رہنا خدا کے قرب کا سبب ہے۔"[12]

## خلقِ خدا کو شریعت کی راہ پر گامزن کرنا

سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کرام علیہم الرحمہ نے اس طرح سے بھی کردار ادا کیا ہے کہ لوگوں کو شریعت مطہرہ پر کاربند کرنے کی ممکنہ سعی کی ہے اور یوں بے عملی سے حسنِ عمل کی راہ پر گامزن کیا ہے۔ اللہ والوں نے اس تاثر کو زائل کیا ہے کہ شریعت کی اتباع کے بغیر کوئی راہ سلوک کی منازل بھی طے کر سکتا ہے۔ وہ شریعت و

---

[11] الفرقان 35:65،63

[12] توکلی ، علامہ نور بخش، **تذکرہ مشائخ نقشبندیہ**، صفحہ 109

طریقت کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ جس طرح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں کہ میرے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نے اپنے شیوخ کی اسناد کے ساتھ حضرت جنید بغدادی کے بارے لکھا:

"وہ ایک شخص سے معرفت کا تذکرہ فرما رہے تھے تو اس شخص نے کہا کہ اہل تقوی اور عارف باللہ تو زہد و تقوی کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں یہ سن کر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ یہ قول اس گروہ کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک اعمال بجالانے کی پابندی سے آزاد ہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے۔ جو شخص چوری اور زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو ایسا کہتا ہے کہ مجھ میں کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ عارف باللہ نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کیے ہیں اس لئے یہ اعمال اس کو ملے ہیں اور اپنے اعمال کے ساتھ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اگر میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تب بھی میں اعمال حسن سے ایک ذرہ بھی کم نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ کوئی رکاوٹ ان کی ادائیگی میں پیدا ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی اعمال میری معرفت کا حوالہ اور میرے حال کے لیے باعثِ تقویت ہیں۔"[13]

## آسانیاں تقسیم کرنا

صوفیہ کرام انسانیت کے لئے آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ مشکلات اور مصائب سے چور لوگ ان کی خدمت میں آتے اور دل کا بوجھ ہلکا کر کے واپس جاتے ہیں۔ ہمارے دین نے بھی اسی بات کی تعلیم دی ہے کہ اللہ کی مخلوق کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أنس بن مالك ﷺ قال قال رسول الله ﷺيَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا[14]

---

[13] شیخ شہاب الدین سہروردی، **عوارف المعارف**، مترجم شمس صدیقی بریلوی، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص219

[14] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، رقم الحدیث 6125

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری دو اور متنفر نہ کرو۔"

نبی کریم ﷺ لوگوں پر کم بوجھ ڈالنے اور ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو جب بھی دو امور کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو چنا کرتے تھے، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہوتا۔ چنانچہ صوفیہ کرام بھی اسی فرمان کی اتباع کرتے ہوئے لوگوں کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ ان کی تعلیمات سے اپنے عقیدت مندوں اور متوسلین کو بھی یہی پیغام جاتا تھا۔ جس سے پورے معاشرے میں ایک دوسرے کا احساس، خیال، رواداری، لوگوں کو قرض میں چھوٹ اور رخصت دینا اور دیگر آسانیاں تقسیم کرنے کے رویوں کی تشکیل ہوتی تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

"مسلمان وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی بھلائی کرے۔ اگر کوئی تیری راہ میں کانٹا رکھے اور تو اس کی راہ میں کانٹا رکھے تو ساری دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی، عموماً لوگ ایسا ہی کرتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں ہے۔ انہیں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے۔"[15]

مزید آپ فرماتے ہیں:

برا کہنا بے شک برا ہے مگر برا چاہنا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔[16]

## ہمدردی و غمگساری کی ترویج

صوفیہ کرام کے ہاں مخلوق سے ہمدردی و غمگساری عام انسانوں کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہے۔ غمزدوں، بیچاروں، معذوروں، مفلوک الحال اور حالات کے ستائے ہوئے لوگوں کے لیے صوفیہ کرام کا وجود مرجع ہوتا ہے۔ معاشرتی رویوں میں اسی عادت کو رواج دینے کے لئے صوفیہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے بارے میں منقول ہے کہ قیام لاہور کے دوران ایک مرتبہ یہاں قحط پڑ گیا۔ آپ نے کئی دن تک کھانا نہ کھایا جس

---

[15] خواجہ نظام الدین، **فوائد الفواد** بحوالہ تاریخ تصوف یوسف سلیم چشتی، لاہور: علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، ص1346125

[16] ایضا

وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا فرماتے کہ یہ انصاف سے بعید ہے کہ یہاں لوگ بھوک کے مارے جان دے رہے ہوں اور ہم کھانا کھائیں۔ ماحضر کو بھوکوں کے لیے بھیج دیتے اور آپ قوت روحانی پر گزارا کرتے۔[17]

صوفیہ کرام کی زندگی میں ہمدردی و غمگساری کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس آنے والے سنگ دل اور سخت دل لوگ بھی اپنے رویوں کو تبدیل کر لیتے ہیں۔ ان کا مقصد اللہ کی مخلوق کی خدمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفیاء کرام کی نظر میں ساری انسانیت برابر ہوتی ہے۔ وہ سب لوگوں کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ اللہ کا بندہ ہے، اس کی مخلوق ہے اور اسی بناء پر خدمت کے جذبے سے خود بھی سرشار ہوتے ہیں اور اپنے ارادت مندوں کو بھی اسی کا پیغام دیتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے بزرگ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "میں ایک مرتبہ شام کے سفر میں ان کا ہم سفر تھا۔ دوران سفر میں بعض سرداروں نے فرنگی قیدیوں کے سروں پر (جو صلیبی جنگ میں قیدی بنائے گئے تھے) جو بیڑیاں پہنے ہوئے تھے، ہمارے کھانے کے خوان بھیجے۔ جب دستر خوان بچھایا گیا تو قیدی برتنوں کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت شیخ محترم نے فرمایا کہ ان سب قیدیوں کو بلالو تاکہ ہم درویشوں کے ساتھ مل کر کھانے میں شریک ہوں۔ خادم ان سب کو لے کر آیا تو وہ سب ایک ہی دستر خوان پر برابر بٹھادیے گئے۔ اس وقت شیخ اپنے مصلے سے اٹھے اور خراماں خراماں ان کے پاس آکر ان کے درمیان بیٹھ گئے گویا وہ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ اس کے بعد سب نے مل کر کھانا کھایا اور اس وقت ہمیں شیخ کے چہرے پر ان کے باطن کے خلوص، تواضع اور عجز و انکساری کی وہ جھلک نظر آئی جس سے ان کے ایمان اور وسعت علم و عمل کا پتہ چلتا تھا۔"[18]

## خانقاہی نظام کے ذریعے سماج کی تشکیل

---

[17] توکلی، علامہ نور بخش، **تذکرہ مشائخ نقشبندیہ**، ص109

[18] سہروردی، شیخ شہاب الدین، **عوارف المعارف**، مترجم شمس بریلوی، ص392

معاشروں کو اسلامی تہذیب و تمدن اور عمدہ اخلاق سے مزین کرنے کیلئے صوفیہ کرام نے تحریر و تالیف، تقریر و تبلیغ اور تدریس و مکتوبات کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی اور اس کے ساتھ خانقاہی نظم بھی قائم کیا۔ اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ صفہ کے نام سے ادارہ قائم کیا جو بظاہر ایک تعلیمی ادارہ تھا لیکن تعلیم کے ساتھ ساتھ وہاں کردار سازی کا اہتمام معلم انسانیت خود فرماتے تھے۔ یوں وہاں تعلیم و تربیت دونوں کا اہتمام تھا کیونکہ تعلیم بغیر تربیت کے فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ صوفیہ کرام نے اسی منہج نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم کے ذریعے ذہن سازی اور تربیت کے ذریعے کردار سازی کا فریضہ سرانجام دیا تاکہ افکار کی پختگی کے ساتھ کردار کی عمدگی سے بھی معاشرہ بہرہ یاب ہو سکے۔

صوفیہ کرام چونکہ **واصل باللہ** ہوتے ہیں اس لیے اپنی اغراض نفسانیہ پر ان کی توجہ نہیں ہوتی نہ ہی ان کا یہ مقصود ہوتا ہے۔ ان کا مقصود صرف اللہ تعالی کی ذات ہوتی ہے اور وہ ہر فعل جس سے اس کی رضا حاصل ہو وہ ان کے لیے اپنی ذات سے مقدم ہوتا ہے اور پھر صفات الہیہ سے متصف ہونے کے لیے جس طرح رب ہر ایک کو کھلاتا پلاتا ہے، چاہے وہ ایمان لائے یا انکار کرے تو صوفیہ کرام بھی اپنے معبود حقیقی کی رضا کے لیے اپنے خوانِ نعمت کو ہمیشہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر ایک کے لیے وہاں سے حصول نعمت ممکن ہوتا ہے۔ اس میں شاہ و گدا گورے و کالے، اپنے پرائے میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا سب کو خالق کا کنبہ سمجھ کر ان کو ان کا حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ خانقاہی نظام میں جہاں اصلاح و تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے وہاں صوفیہ کرام آنے والوں کے لیے اپنے ہاتھوں سے خود کھانا تیار کر کے اللہ کی مخلوق کی خدمت کیا کرتے تھے، جس کا مقصد لوگوں میں اس جذبے کی ترویج تھا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں :

> " حضرت خواجہ اکثر اوقات کھانا پکانے اور دستر خوان کی خدمت خود کیا کرتے تھے اور درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف و حضور کی رعایت کا حکم دیتے اور تاکید کرتے۔ اگرچہ دستر خوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ برائے شفقت و تربیت اسے آگاہ فرماتے۔ اگر کھانا غصہ اور کراہت سے پکا ہوتا آپ اسے نہ کھاتے اور درویشوں میں سے بھی کسی کو کھانے نہ دیتے اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت

میں دیگ میں مارتا آپ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔"[19]

صوفیہ کرام کی فکر کی طرح ان کے دل بھی ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے لب و لہجے اور ان کے اخلاق کو دیکھ کر سخت سے سخت دشمن بھی ان کے اس رویوں کا شیدا ہو جاتا ہے اور لا محالہ وہ قران کریم ، اسوہ رسول کریم ﷺ اور احکام اسلامی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ صوفیہ کرام رویوں کی تشکیل کے لیے مختلف مواقع پر مختلف صفات سے کام لیتے چونکہ انہوں نے لوگوں کو اخلاق کا پابند کرنا ہوتا ہے اس لیے پہلے وہ خود رذائل اخلاق سے پاک ہوتے ہیں اور اپنی ذات کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتے ہیں تاکہ مخاطب کے سامنے کسی صفت کی تشریح کرتے وقت عملی نمونہ پہلے ہی ظاہر ہو چکا ہو۔ اسی طرح صوفیہ نے خانقاہی نظام کو ایک گھر کا درجہ دے کر وہاں آنے والے تمام لوگوں کو ایک رشتے میں پرو دیا۔ وہاں کے متوسلین اس خانقاہ کو اپنا گھر سمجھنے لگے اور وہاں آنے والوں کو اپنا بھائی بنالیا۔

## سخاوت و خدمتِ خلق

سخاوت ، افعال حسنہ اور صفات حمیدہ میں ایک پسندیدہ عمل ہے، جو اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بہت عزیز ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی اس کا حامل قابلِ تعریف گردانا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اس کی ضد یعنی بخل و کنجوسی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے نزدیک بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِوَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللهِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِوَالْجَاهِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ[20]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخی! اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، تمام لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے جبکہ کنجوس

---

[19] توکلی ، علامہ نور بخش، **تذکرہ مشائخ نقشبندیہ** ، ص109

[20] الترمذی، محمد بن عیسی، **سنن الترمذی**،کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی السخاء، رقم الحدیث1968

اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، تمام لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ جاہل سخی عابد بخیل سے زیادہ اللہ کو پیارا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور روایت ہے:

اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ فَمَنْ کَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ یَتْرُکْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِی النَّارِ فَمَنْ کَانَ شَحِیْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ یَتْرُکْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَه النَّارَ[21]

"سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، جو شخص (دنیا میں) سخی ہو گا وہ اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑے گا تو وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑے گی یہاں تک کہ اس کو جنت میں داخل کر دے گی اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے تو جو شخص (دنیا میں) بخیل ہو گا وہ اس درخت کی ایک شاخ پکڑے گا تو وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑے گی یہاں تک کہ اس کو دوزخ میں ڈال دے گی۔"

اسی لئے صوفیہ کرام نے اس خوبی کو زیادہ سے زیادہ اپنایا ہے اور بخل و کنجوسی سے کنارہ کشی اختیا کی ہے۔

صوفیہ کرام کی ایک بڑی خوبی سخاوت اور فیاضی ہے۔ معاشرتی رویوں کی تشکیل میں اس خاص خوبی کا نمایاں کردار رہا ہے۔ سخاوت کا یہ پہلو اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ تمام نعمتوں کی تقسیم کے حوالے سے ہے۔ وہ نعمتیں چاہے مال و دولت کے حوالے سے ہوں چاہے علم کے لحاظ سے ہوں یا پھر نیک مشورے کی صورت میں۔ صوفیہ کرام میں یہ وصف خصوصی طور پر پایا جاتا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صوفی کو ایثار پر اس کے نفس کی طہارت اور طبعی شرافت ہی آمادہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو صوفی اس وقت بناتا ہے جب اس کی فطرت میں سخاوت کا وصف موجود ہو اور اس کی سرشت میں سخاوت کی استعداد پیدا ہو جائے یعنی جو فطرتاً سخی ہے وہ صوفی بن سکتا ہے اس لئے کہ سخاوت کا وصف ایک فطری وصف ہے اور بخل اس کی متضاد صفت ہے۔ یہ بھی نفسانی صفت ہے اور لوازم نفسانی میں سے ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسانی نفس کے لوازم میں بخل اور خود غرضی موجود ہے۔ اس لئے نفس کی عنصری اصل مٹی ہے اور مٹی میں قبض و

---

[21] الخطیب التبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکوۃ المصابیح**، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق، المکتب الاسلامی، رقم الحدیث 1886

امساک موجود ہے، پس آدمی سے اگر بخل و امساک کا صدور ہو تو تعجب خیز امر نہیں ہے کہ وہ اس کی جبلت ہے، لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ کہ سخاوت اس کی فطرت میں شامل ہو۔"[22]

## سخاء قلب

یہ رویہ نفی ذات اور سخاوتِ نفس ہے، جس میں بندہ حالتِ نزع میں بھی اپنی موت کی فکر نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو موت سے بچانے کی فکر کرتا ہے۔ جب سخاوتِ نفس نصیب ہو جاتی ہے تو پھر زندگی تو چھوٹی سی بات ہے، بندہ اپنی موت تک کو فراموش کر دیتا ہے۔ سخاوتِ نفس کسی قول اور عمل کا نام نہیں بلکہ ذہن اور دل کی حالت کا نام ہے، جس میں بندہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا اور انھیں مقدم رکھتا ہے۔ یہ دلوں کی وسعت اور نرمی کا نام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس خوبی کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے:

وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[23]

"اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔"

اگر دل محبت سے لبریز ہو تو ایسا ایثار اور ایسی سخاوت جنم لیتی ہے کہ دل میں کسی قسم کی تنگی نہیں رہتی اور جب دل میں تنگی نہیں رہتی تو دوسروں کو نعمت ملنے پر دل میں حسد بھی پیدا نہیں ہوتا۔ صوفیہ کرام کی تعلیمات یہی رہی ہیں کہ کسی دوسرے کو مالی فراخی و کشادگی، علم و تقویٰ، عزت و طاقت الغرض کسی بھی حوالے سے اللہ کی نعمت میسر آتی ہے تو اس پر ہمارا دل خوش ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء پر راضی یا ناخوش ہونا۔ صوفیہ کرام نے معاشرے میں اسی مثبت رویے کی تشکیل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تقسیم کرنے سے ان میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو گا۔

---

[22] سہروردی، شیخ شہاب الدین، **عوارف المعارف**، مترجم شمس بریلوی، ص405، 406

[23] الحشر 9:59

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال کیا کہ میرا فلاں ساتھی عیال دار ہے لہذا وہ اور اس کا کنبہ ضرورت مند اور زیادہ محتاج ہے، اس لیے اس نے وہ سری اس کے ہاں بھیج دی۔ انھیں جب یہ سری ہدیہ کے طور پر ملی تو اِن کے دل میں بھی اپنے ساتھ والے کی محتاجی اور بھوک کا خیال آیا، لہذا انھوں نے وہ سری اپنے ساتھ والے کو ہدیہ کر دی، جب ان کے پاس یہ ہدیہ پہنچا تو انھیں بھی اپنے ہمسائے کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا، لہذا انھوں نے یہ سری اسے ہدیہ کر دی۔

فَلَمْ يَزَلْ يَبْعَثُ بِهٖ وَاحِدًا الىٰ آخر حَتَّى تَدَاوَلَها سَبْعَةَ اَبْيَات حتىٰ رجعت اِلَى الْاَوَّل[24]

"غرض اسی طرح وہ سری سات گھروں میں پھر کر سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔"

## لوگوں کو قرب کا احساس دلانا

صوفیہ کرام ہمہ وقت اللہ کی مخلوق کے لئے دستیاب رہتے، کوئی کسی راہنمائی یا کسی حاجت کے لئے آتا تو ضرور اسے وقت دیتے، اس کی بات سنتے اور ان کے ساتھ نرمی والا معاملہ کرتے۔ ان کا مقصد اپنے قریب کر کے انہیں حضور ﷺ کا قرب عطا کرنا اور آپ ﷺ کی سیرت پر گامزن کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے خلق خدا کے ساتھ ان کا اخلاق کمال درجہ عجز و انکساری پر مبنی ہوتا۔ یہی قرب کا احساس ہے کہ جو غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو بھی اسی بات کی ترغیب عطا فرمائی ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا، انہیں معاف کرنا اور انہیں اپنے قرب کا احساس دلانا جیسی خوبیوں کو بروئے کار لائیے۔ ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ-فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ[25]

"تو کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب ﷺ تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے ارد گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ

---

[24] حاکم، محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، رقم الحدیث 3799

[25] آل عمران 159:3

اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔"

حسنِ خلق کے باب میں ایک معمولی سی سخاوتِ نفس کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے اس طرح اشارہ فرمایا:

اِنَّ مِنْ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ اَلتَّزَاوُرُ فِی اللہ[26]

"اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے ملنے کے لیے جانا مکارم اخلاق میں سے ہے۔"

صوفیہ کرام نے اس عادت کی ایسے تشکیل کی کہ اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دیا کہ کسی کو ملتے ہوئے کبھی محسوس نہ ہو تا کہ فلاں بڑا اور فلاں چھوٹا ہے کیونکہ اس طرح کی تمام سوچیں اصل میں دل کی تنگی کے سبب سے ہیں اور صوفی تنگ دل نہیں بلکہ وسیع القلب ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ یَاْلَفُ وَیُؤْلَف وَلاَ خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَأْلفَ وَلاَ یُؤْلَف[27]

"مومن وہ ہے جو دوسروں سے الفت کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے الفت کرتے ہیں اور اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے الفت نہیں کرتے۔"

یہ امر متحقق ہے کہ لوگوں کے قریب وہی ہو گا جس کے دل میں سخاوت ہو گی کیونکہ وہ دوسروں کے لیے اپنے احساسات، جذباتِ خیر، بھلائی و احسان اور محبت کی وجہ سے دوسروں کے قریب ہو گا۔ ایسے شخص کا دوسروں کے معاملات کے ساتھ ایک ربط اور تعلق قائم ہو جاتا ہے ایسے میں وہ دوسروں کا خیال کرے گا، اُن سے محبت کرے گا اور اسی بناء پر وہ لوگوں کے قریب ہو گا۔ اس لئے صوفیہ کرام نے ایک دوسرے کے ساتھ قرب کی ترویج کی ہے۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو برا بھلا کہا تو جسے برا بھلا کہا گیا، اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم پر سلام ہو، اس پر رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سنو!

---

[26] المتقی، علاء الدین **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، مؤسسۃ الرسالہ، رقم الحدیث 24827

[27] طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، قاھرہ: دار الحرمین، رقم الحدیث 5787

تم دونوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو (اے برا بھلا کہے گئے شخص!) تمہاری طرف سے دفاع کرتا ہے، جب یہ تمہیں برا بھلا کہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے، نہیں، بلکہ تم ایسے ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو، اور جب تم اس سے کہتے ہو "تم پر سلام ہو" تو فرشتہ کہتا ہے: نہیں، بلکہ تمہارے لئے سلامتی ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔"[28]

## اکل حلال کی ترغیب

زندگی گزارنے کے لئے انسان دنیاوی وسائل کا سہارا لیتا ہے تاکہ وہ اپنی دنیاوی حاجات کو پورا کرسکے۔ ان وسائل کا جائز اور شریعت کے بتائے گئے اصولوں کے مطابق ہونا نہایت ضروری ہے۔ مال کمانا فرض اور واجب عبادت نہیں، بلکہ حلال اور جائز طریقے سے مال کمانا عبادت ہے۔ حرام یا مشتبہ مال کمانا عبادت تو کجا الٹا سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ رزق کے ساتھ انسان کی عبادات کے جملہ معاملات جڑے ہوئے ہیں۔

شریعتِ اسلام نے کسبِ حلال کو عبادات میں شمار کیا ہے اور اس کے بے شمار فضائل بتلائے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حلال مال کا طلب کرنا (اصل) فرائض کے بعد فرض ہے۔"[29]

صوفیہ کرام حصول رزقِ حلال پر بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے اور رزق حرام سے لوگوں کو اجتناب کی تاکید کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بڑا بصیرت افروز ہے کہ ایک روز آپ کی خدمت میں ایک صاحبِ حال و کشف درویش آئے اور عرض کیا کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا تقصیر سرزد ہوئی ہے؟ آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لقمہ کھانے میں بے احتیاطی ہو گئی ہے۔ اس نے عرض کی کہ لقمہ تو وہی ہے جو میں ہر روز کھایا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر خوب دریافت کرو ہمیں تو بجز اس کے کچھ نظر نہیں آتا، لقمہ کے کسی جز میں ضرور فتور آیا ہو گا۔ جب اس درویش نے اچھی

---

[28] احمد بن حنبل، **مسند امام احمد**، مؤسسۃ الرسالہ، رقم الحدیث 23806

[29] طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر**، مکتبہ ابن تیمیہ، رقم الحدیث 9993

طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا جاتا تھا ان میں سے دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھیں جن میں احتیاط سے کام نہ لیا گیا تھا۔[30]

**خلاصۃ البحث:**

صوفیہ کرام نے دعوت و تبلیغ اسلام اور نشر و اشاعت کے لئے بے مثال اصلاحی اور تربیتی خدمات سر انجام دی ہیں۔ انہوں نے دین اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کو اپنے عمل و کردار سے ممکن بنایا۔ اپنے زہد و ورع، تقویٰ و پرہیز گاری اور حکمت و تدبر کے ذریعے سے معاشرے کی اصلاح، سماجی رویوں کی تشکیل اور خلق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے نمایاں امور سر انجام دیئے۔ بر صغیر پاک و ہند میں بسنے والے اہل ایمان انہی ہستیوں کے ذریعے فیض یاب ہوئے وگرنہ یہ خطہ تو کفر و شرک اور گمراہی کا مرکز تھا۔ یہاں پر بسنے والے لوگ کفار و مشرکین کی طرح سخت دل تھے۔ یہاں دین اسلام کے لئے خدمات سر انجام دینے والے حضور ﷺ کے غلام اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے یہی صوفیہ تھے۔

صوفیہ کرام کی تعلیمات وہی ہیں جو دین اسلام کی تعلیمات ہیں، اس سے ہٹ کر کچھ نہیں۔ ان کی تربیت کا انداز، اصلاح کی کوشش جداگانہ ہوتی ہے۔ صوفیہ کرام تقریر اور تکرار پر زور نہیں دیتے بلکہ مریدین و عقیدت مندوں کی اصلاح کے لئے اپنا کردار پیش کرتے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے متشدد ترین لوگوں کی تربیت کے لئے اپنا کردار پیش کیا تو وہی سخت دل لوگ بھی آپ ﷺ کے گرویدہ ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی صحبت میں آنے والے ضرور فیض یاب ہو کر جاتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے لوگوں کو حضور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچایا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا علم اور صحبت لوگوں کے لئے نفع بخش رہا ہے۔

صوفیہ کرام کا سب سے پہلا مقصد لوگوں کے دلوں پر نگاہ ڈالنا اور ان کے باطن کا تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ انہیں شرعی احکامات کا متبع بنانا، کسب و اکل حلال پر زور دینا، عمل میں اخلاص پیدا کرنا ان کی بنیادی تعلیمات میں سے ہیں۔ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نرمی برتتے اور سختی سے اپنے آپ کو دور رکھتے، کیونکہ نرمی ہی دلوں کو گھائل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب کریم ﷺ کو نرمی برتنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح صوفیہ کرام لوگوں

---

[30] توکلی، علامہ نور بخش، **تذکرہ مشائخ نقشبندیہ**، صفحہ 175

پر اپنا مال خرچ کرتے اور کھلانے میں خوشی محسوس کرتے۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کرتے اور عقیدت مندوں کو پیش کرتے۔ خانقاہیں، مساجد و مدارس کا قیام اسی حقیقت کا غماز ہیں۔ یہ وہ عملی مساعی تھیں کہ جنہوں نے لوگوں کے رویوں میں مستقل عملی تبدیلی پیدا کی۔

صوفیہ کرام نے منافرت اور بحث و تمحیص سے اپنے آپ کو دور رکھ کر خاموشی سے کام کو جاری رکھا۔ ان کے مخالف بھی بہت پیدا ہوئے لیکن انہوں نے اپنے مقصد کی خاطر لوگوں کی مخالفت کو برداشت کیا۔ اپنی ذات کو فنا کر دیا جس کی وجہ سے ان کا عمل بقاء پا گیا۔ موجودہ دور میں تربیت اور لوگوں کی اصلاح کی کوشش کمزور اور بے اثر اس لئے ہوئی ہے کہ اس مسند پر متمکن حضرات کی اپنی توجہ حقیقی مقصد سے ہٹ گئی ہے۔ دنیاداری کی طرف رغبت بھی اس کی ایک اہم وجہ ہے۔ اس کے علاوہ اپنی شخصیت کی طرف دعوت اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے دوری اس کی ناکامی کا باعث ہے۔ آج بھی اس مسند پر بیٹھنے والے حضرات کی توجہ اس کے حقیقی مقاصد کی طرف مبذول ہو جائے تو اس نظم کی بحالی ممکن ہے۔ بہت سی خانقاہیں اور مدارس دینیہ اس میں کامیابی سے ہمکنار بھی ہیں۔ اللہ کریم ہمیں امت کے لئے نفع بخش ثابت ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین